اسلام اور دیگر مختلف مذاہب اور معاصر تہذیبوں میں بیوہ اور مطلقہ کی سماجی اور معاشی حیثیت کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ

Socio-Economical Status of Widows and Divorced among Religions and Contemporary Civilizations: A Comparative and Analytical Study

ضیاءالدین[i]

ڈاکٹر عطاالرحمان[ii]

ڈاکٹر عرب ناز[iii]

Abstract:

Since, Men and woman both are complement to each other; woman had been deprived of her legitimate socio-economic rights not only in antiquity but in modern era as well. The literature indicated that woman had always been ill-treated and discriminated socio-economically, and caused deprivation, tension, melancholy, anxiety and psychological disorder to her, consequently caused disintegration to family system as well. In Indian context on the demise of her husband she used to be buried alive with her deceased husband, called "Satti" tradition, and had no share even in property. Due to the divorce and break-off of marriage contract; widows were considered as house hold property and were even discouraged to remarry. Same was the situation in other Patriarchal societies classified in the name of religions, i.e., Buddhism, Sikhism, Confucianism, Jainism, Judaism and Christianity. In Judaism, it was only men's authority to divorce any woman, and she could not be able remarriage without men's consent, whereas same was practiced in Christianity as well. Being widowed OR divorced; her socio-economic status was not only worst in ancient Arab peninsula, but was also at stake in surrounding cultures and civilizations before the dawn of Shariat-e-Muhammad SAW. The literature showed that due to the teachings of Islam, not only the ratio of divorce is controlled by discouraging divorce, but also emancipated divorced and widows from socio-economic deprivation. The aim of this paper was to investigate the socio-economic status of woman at large scale, and of widows and divorced particularly in the context of Islamic democratic Pakistan. It is found that, widows and divorced are deprived of their social and financial rights although their rights are guaranteed by the teachings of Islam and constitution of Pakistan.

Key words: *widows, divorced, socio-economic issues, empowerment, traditions, and Pakistani society etc.*

[i] پی ایچ۔ڈی، ریسرچ سکالر، شعبہ اسلامک اینڈر یلیجیس افیرز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ ۔

[ii] ڈین، فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہیومینیٹیز، چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈر یلیجیس افیرز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ۔

[iii] ۔ڈین، فیکلٹی آف سوشل سائنسز، چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف سوشیالوجی، یونیورسٹی آف ملاکنڈ۔

تعارف

دین اسلام مکمل ایک نظام حیات اور دین فطرت ہے([1])، جو زندگی کے ہر پہلو خواہ معاملات ہو یا عبادات، سماجی دائرہ ہو یا معاشرتی، انفرادی ہو یا اجتماعی، نظریاتی ہو یا عملی، کی راہنمائی کرتا ہے۔ احکامات اسلام اور اس کے قوانین عین فطرت انسانی کے تقاضوں کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ انسانی معاشرہ میں روابط اور تعلقات کو عدل اور انصاف پر قائم رکھنے کے لئے حقوق اور فرائض کا تصور دیا گیا ہے تاکہ انسانی معاشرہ عدم استحکام اور معاشرتی بگاڑ کا شکار نہ ہو۔ تاہم انسانی تہذیب وتمدن اس بات پر دال ہیں کہ انفرادی اور اجتماعی دائروں میں طاقتور طبقوں، حکمرانوں اور جاگیرداروں نے نہ صرف اپنے فرائض سے پہلو تہی کی ہیں بلکہ کمزور طبقوں، غلاموں، یتیموں، فقیروں بیوہ اور مطلقہ کے جائز حقوق کا استحصال بھی کیا ہیں۔ ان کمزور طبقات جس میں عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ بھی شامل ہیں، کو سماجی اور معاشی دائروں میں پست، ذلیل اور حقیر تصور کیا گیا اور انہیں اپنے جائز انسانی حقوق سے محروم کی گئی۔ اور قوت کے بل بوتے پر، معیشت میں بنیادی کردار کی بنیاد پر، اور جنگ وجدل میں شرکت کی وجہ سے نسوانیت کے مقابلے میں مردانگی کو ناقابل تسخیر اور عزت وشرف کا معیار سمجھا گیا۔ اس کے برعکس دین اسلام روز آفرینش سے جامعیت پر مبنی حقوق اور فرائض کا معتدل تصور دیتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ مرد اور عورت سماجی اور معاشی حقوق کے معاملے میں یکساں ہیں۔ اسلام فضیلت کی معیار رنگ، نسل اور قومیت کے برعکس تقوی قرار دیتا ہے، فرماتے ہیں۔ "إن أكرمكم عندالله أتقاكم([2])" ترجمہ: "درحقیقت اللہ کے ہاں آپ میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو زیادہ تقوی دار ہو"۔ نبی اکرمؐ نے عرفات میں تقریر کے دوران فضل کی معیار کو رنگ وملت کے برعکس تقوی کو قرار دیا اور فرمایا" عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر اگر فضیلت حاصل ہے تو معیار تقویٰ ہے([3])"۔ مقالہ نگار مختلف تہذیبوں میں عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق کا جائزہ لے کر پاکستانی معاشرہ میں بیوہ اور مطلقہ کی معاشرتی، سماجی اور معاشی حقوق تلفی کی وجوہات کی نشاندہی کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے گا۔ اور اس بات کی تحقیق کرے گا کہ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہمارے معاشرہ میں عورت اور خاص کر بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی موجودگی میں امتیازی رویہ رکھا جاتا ہے اور اس کی معاشرتی حقوق سلب ہو رہے ہیں۔ اس بات کا جائزہ لیا جائیگا کہ کیوں مطلقہ اور بیوہ کے فطری اور جائز سماجی اور معاشی خواہشات جس میں نکاح([4])، حق مہر، اور حق میراث وغیرہ بھی شامل ہے کو بدگمانی کی بھینٹ چڑھائے جاتے ہے؟ جو درحقیقت ظلم، زیادتی اور بے انصافی پر مبنی رویہ ہے۔

مختلف تہذیبوں میں عورت، بیوہ اور مطلقہ کی سماجی اور معاشی حیثیت

عورت بیوی کی روپ میں ہو یا ماں، بیٹی ہو یا بہن، کائینات کے حسن کا مظہر ہے۔ انسانی معاشرہ کی تشکیل مرد اور عورت سے ترتیب پاتا ہے۔ مدارج انسانیت کی تکمیل کے لئے مرد عورت کا محتاج ہے([5])۔ صالح اور معتدل معاشرے کا قیام ہمیشہ سے انسانیت کی بقاء، امن اور سکون کے لئے ناگزیر ضرورت رہی ہے([6])۔ انسانی معاشرہ کو افراتفری اور انتشار سے بچانے کے لئے، فرائض کی ادائیگی اور حقوق تلفی سے بچانے کے لئے ہمیشہ سے انسانوں نے قانون سازی کی ہے۔ اس غرض کی تکمیل اور اصلاح معاشرہ کے لئے، انسانی تاریخ میں انسانی حقوق کی تحریکوں نے بالخصوص حقوق نسواں پر بہت زیادہ زور دیا ہیں۔ دور جدید کے جدید صنعتی اور فکری انقلاب نے بہت سارے مسائل نو کو جنم دیا ہے جیسے امور خانہ داری، تعلیم نسواں، حفظان صحت، معیشت اور معاشرت وغیرہ۔ ان مسائل میں ایک بیوہ اور مطلقہ کے معاشرتی اور معاشی حقوق تلفی بھی شامل ہیں۔ عورت جس کی وجہ سے کائینات میں زندگی کی ریل پیل اور معاشرت میں حسن قائم ہیں۔ تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ عورت کیساتھ امتیازی سلوک کیا گیا ہے۔ طبقات انسانی میں سب سے زیادہ محروم اور قابل رحم طبقہ بیوہ اور مطلقہ کا ہیں([7])۔ سماجی اعتبار سے عورت

بشمول بیوہ ([iv]) اور مطلقہ ([v]) کی وجود کو شر، فتنہ، فساد اور کمزور قرار دیا گیا۔ خانگی امور ہو، ریاستی معاملات ہو یا مذہبی کردار ہو عورت کو عملاً بے دخل کر دیا گیا۔ ریاستی امور میں عورت کی رائے کو کوئی حیثیت نہیں دی گئی تو خانگی امور میں اس کی حیثیت ایک نوکرانی اور لونڈی کی تھی بلکہ عورت ایک شئے "Commodity" سے بڑھ کر نہ تھی(8)۔ لڑکی کی پیدائش پر بیوی منحوس سمجھی جاتی، اور اس کو ذہنی اذیت دی جاتی۔ زمانہ جاہلیت میں عورت کی پیدائش کو بھی معیوب سمجھا جاتا تھا جس کی تصویر کشی سورۃ النحل میں اللہ تعالی نے ان الفاظ میں کی ہے فرماتے ہیں" وإذا بشر أحدهم بالانثي ظل وجهه مسودا وهو كظيم(9)"یعنی جب ان کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر مل جاتی تھی تو شرم کے مارے ان کے چہرے غضب سے کالے ہو جاتے تھے۔ بیوہ بننے پر پاکدامنی کی زندگی گزارنے کا عہد کرنے والی بیوہ جو جائیداد وصول کرے گی تاہم نکاح ثانی (نویش کالے) رچانے کی صورت میں جہیز اور مہر سب کچھ سود سمیت سسرالیوں کو واپس مل جائے گا۔ یعنی اول تو بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہوتا بھی تو سابقہ سسرالیوں کی اجازت اور شرائط پر موقوف ہوتا ہے(10)۔ سماجی اعتبار سے اس کی نکاح کو معیوب اور بے وفائی کی علامت سمجھی جاتی تھی تا معاشی اعتبار سے وہ حق ملکیت کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی۔ سماجی اور معاشی وجوہات کے بناء پر بیوہ بننے پر ہندوستانی معاشرہ اور تہذیب میں بیوہ کو شوہر کے نعش کے ساتھ جلائی جاتی تھی جس کو رسم ستی کہا جاتا تھا جس کا آگے چل کر تذکرہ ہوگا۔ تاہم ایک وقت ایسا بھی تھا کہ Matriarchal society میں عورت کی سماجی، مذہبی اور معاشی حیثیت ایسی ہی تھی جیسے آج Patriarchal society میں مرد کو وہ مقام حاصل ہے جس کا اظہار مذہبی اعتبار سے دیویوں کی کہانیوں کی صورت میں ملتی ہے۔ تاریخی اعتبار سے عہد قدیم میں یورپ اور ایشیا میں عورت جس میں بیوہ اور مطلقہ دونوں شامل تھیں، کو بہت ذلیل اور پست تصور کیا جاتا تھا۔ فلسفی ارسطو نے عورت کو مرد سے کمتر اور قوت فہم واستدلال میں پست قرار دیا تھا۔ یونانیوں کے ہاں عورت کو انسانیت پر بار سمجھا گیا اور اس کا مقام گھر میں خادمہ کی طرح خدمت قرار دیا گیا(11)۔ قرون وسطی میں یورپ کی پستی اور زوال کی وجہ عورت کو قرار دیا گیا تھا۔ رومن تہذیب میں مرد خاندان کا سردار تھا اس کو اپنے بیوی بچوں پر مالکانہ تصرف کے حقوق حاصل تھے یہاں تک کہ وہ اپنی بیوی کو مارنے کا بھی مجاز تھا(12)۔ تاہم بعد کے ادوار میں عورت کو معاشی اعتبار سے خود مختار بنائی گئی۔ طلاق کو عیب کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا اور بسا اوقات عورت اپنی عمر کا اندازہ شوہروں کی تعداد سے لگاتی(13)۔ جرمن فلاسفر نٹشے عورت کے بارے لکھتے ہیں کہ "عورت کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ مرد کے ماتحت رہے اور اس کی خدمت کرتی رہے گی(14)۔ روس کے مشہور فلسفی لیو ٹالسٹائی نکاح جیسے مقدس رشتے کے بارے میں کہتے ہیں کہ " نکاح محض ایک دھوکہ اور فریب ہے جو کہ صرف نفسانی خواہشات کے پورا ہونے کا ذریعہ ہے(15)۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ بائبل میں شادی کے رسم ورواج کے متعلق کوئی ہدایات نہیں ملتی اور نہ اس میں طلاق دینے کی ممانعت کا ذکر ہے، اور نہ کوئی بیوی بدل سکتا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ نے خود شادی بھی نہیں کی تھی(16)۔ مذہب یہودیت میں بیوگی کے بعد عدت گزارنے کا سرے سے کوئی تصور نہیں۔ عیسائیت کے نزدیک عورت منحوس اور پیدائشی گناہ گار تھی، تمام گناہ کی جڑ، برائی کا سرچشمہ اور جہنم کے دروازے سے تعبیر کیا جاتا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالنے کی وجہ بھی عورت کو قرار دیا(17)۔ انجیل کی رو سے مطلقہ عورت سے نکاح زنا کے ممنوع ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ ایک طرف مصری، یونانی، رومن اور فارسی تہذیبوں میں عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا گیا تھا۔

[iv]۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے وہ بیوہ کہلاتی ہے۔

[v]۔ وہ عورت کو جب اپنا شوہر طلاق دے مطلقہ کہلاتی ہے۔ تاہم جب عورت اپنے خاوند سے طلاق کا ڈیمانڈ کرے اور خاوند/عدالت جب تنسیخ نکاح کروائے تو اس کو خلع کہتے ہیں اور وہ عورت مختلعہ کہلاتی ہے۔

ہندوستانی سماج میں بیوہ اور مطلقہ کی حیثیت

ہندوستانی معاشرے میں دو ہزار سال ق۔م میں ہندوستانی عورت کو تقدیس کا درجہ حاصل تھا، اور یہی وجہ ہے کہ عورت کو دیومالائی کہانیوں میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ ریاستی معاملات ہو، یا خانگی امور، سیاسی معاملات ہو یا مذہبی امور ہو، سب میں عورت مرکزی کردار کی حامل تھی، جس کی طرف صفحہ ۴۳ اور ۴۴ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ تاہم بعد میں عورت کو آزادی اور خود مختاری سے محروم کر دی گئی[18]۔ شوہر کے مرنے پر رسم ستی کے نام پر بیوہ کو شوہر کے نعش کیساتھ زندہ جلا دیا جاتا تھا[19]۔ اس رسم کی جگہ اب سوامی دیانند نے رسم "نیوگ" کو متعارف کیا ہے جس میں بیوہ جنسی تسکین اور اولاد کی پیدائش کے خاطر دیگر مردوں کیساتھ ازدوجی تعلق قائم کر سکتی ہے۔ اور اس کو میراث میں کوئی حصہ بھی نہیں دیا جائے گا[20]۔ شاسترک قانون یا شاستری قانون کی رو سے رشتہ ازدواج ایک اٹوٹ رشتہ ہے جو انتقال کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ ہندو معاشرے میں عورت کی سماجی اور معاشی حیثیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عورت کو خلع کی اجازت کسی حال میں نہیں تھی، نکاح ثانی کی ممانعت تھی، جائیداد میں وارث نہیں بن سکتی، بیوہ کو اگر خاوند سے جائیداد ملتی بھی ہے تو وہ اس کو فروخت نہیں کر سکتی[21]۔ بیوہ بننے پر پاکدامنی کی زندگی گزارنے کا عہد کرنے والی بیوہ جو جائیداد وصول کرے گی تاہم نکاح ثانی (نویش کالے) رچانے کی صورت میں جہیز اور مہر سب کچھ سود سمیت سسرالیوں کو واپس مل جائے گا۔ یعنی اول تو بیوہ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں ہوتی اور اگر ایسا ہوتا بھی تو سابقہ سسرالیوں کی اجازت اور شرائط پر موقوف ہوتا ہے[22]۔ سماجی اعتبار سے اس کی نکاح کو معیوب اور بے وفائی کی علامت سمجھی جاتی تھی تا معاشی اعتبار سے وہ حق ملکیت کی اہل نہیں سمجھی جاتی تھی۔ سماجی اور معاشی وجوہات کے بناء پر بیوہ بننے پر ہندوستانی معاشرہ اور تہذیب میں بیوہ کو شوہر کے نعش کے ساتھ جلائی جاتی تھی جس کو رسم ستی کہتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عورت، بیوہ اور مطلقہ کی سماجی حیثیت

مصری، یونانی، ہندوستانی تہذیبوں کے علاوہ یہودیت اور عیسائیت میں عورت، بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ ہونے والے تعامل کا فکری اور عملی نقشہ اوپر پیش کیا گیا۔ ان پیشرو تہذیبوں کی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی عورت کو کمزور اور معیوب تصور کرتے تھے۔ جب ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو شرم کے مارے ان کے چہرے غضب سے کالے ہو جاتے تھے لہٰذا عورتذات کی پیدائش مردوں کے لئے عذاب جاں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے جاہلوں میں دخترکشی کے واقعات رونما ہوتے تھے[23]۔ جس کی تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ قیامت کے دن زندہ درگور ہونے والی لڑکی اور بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی فرماتے ہیں "وإذا المؤودة سئلت-بأي ذنب قتلت(24)"۔ اسی طرح ایک صحابی نے روتے ہوئے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کرنے کا المناک واقعہ سنایا تو نبی مہربانؐ زار و قطار روتے رہیں۔ "زمانہ جاہلیت میں والد کی وفات کے بعد لڑکا سوتیلی ماں سے اپنا نکاح کر لیتا تھا؛ اگر وہ خود نکاح نہ کرتا تو اسے یہ حق ہوتا کہ کسی اور سے نکاح کر دے اور مہر وصول کر لے یا اسے نکاح کرانے سے روک دے؛ یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے اور وہ اس کے مال کا وارث ہو جائے قرآن نے اس طریقہ کی مذمت فرمائی اور اس سے منع کر دیا[25]"۔ عرب قبائل بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھتے، شوہر کے مرنے پر بیوہ کو معاشرے سے الگ تھلگ کیا جاتا تھا ایک سال تک غسل کرنے، پاک کپڑے پہننے اور خوشبو کے استعمال پر پابندی ہوتی تھی۔ ایک سال کے سوگ کے بعد اس کو اونٹ یا گدھے پر بٹھا یا جاتا تھا، اور تنگ کھوٹھڑی میں سال بھر بند کیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس رحمۃ اللعالمینؐ نے عورت کو بیوہ بننے پر اور شوہر کے وفات پر سوگ منانے کا طریقہ سکھایا اور بحیثیت انسان بیوہ کے تمام سماجی اور معاش حقوق محفوظ کئے۔ اسی طرح عربوں میں یہ رسم بھی پائی جاتی تھی کہ بیوہ ہونے پر وہ سابقہ شوہر کے سوتیلے لڑکوں میں دوسرے اموال متروکہ کی طرح تقسیم کیا جاتا تھا[26]۔ زمانہ جاہلیت میں اگر کسی ایک قبیلے کی عورت دوسرے

قبیلے کے مرد کو قتل کرتے تو اسی عورت کو قتل کرنا اپنے لئے عار سمجھتے تھے اور اس کو مردانگی کی علامت سمجھتے تھے کہ جارح قبیلے کے مرد کو قتل کرتے (27) جس پر قصاص کے یہ آیات نازل ہوئی "الحر بالحر والعبد بالعبد (28)" یعنی قتل کے مقدموں آزاد کے بدلے میں آزاد ہی کو قتل کیا جائیگا، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی سے قصاص لیا جائیگا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں عورت، بیوہ اور مطلقہ سے سماجی اور معاشی اعتبار سے ظلم پر مبنی رویہ رکھتے تھے اور عورت کو برابری کا درجہ تو درکنار انسانی سلوک کی مستحق بھی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح زمانہ جہالیت میں عورتوں کی منڈیاں، اور وہاں ان کی بولیاں لگائی جاتی تھیں، اور انہیں گائے بکری کی طرح ٹٹول کر، ناپ تول کر خریدا اور فروخت کیا جاتا تھا۔

دور حاضر میں عورت، بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ تعامل کا تحقیقی جائزہ

دور جدید میں جہاں علوم وفنون میں انسانیت اوج ثریا کو پہنچ چکا وہاں عورت کو اس کے جائز حقوق دلوانے میں مغربی تہذیب نہ صرف ناکام ہوا بلکہ عورت کو اس کے حقوق کے نام پر جنسی اور مادی طور پر استحصال کا شکار کیا اور عورت کی اخلاقی حیثیت کو سخت مجروح کیا۔ یہی وہ عوامل ہیں جو معاشرے کی بدامنی کا سبب بنتے ہیں۔ مساوات کے نام پر خواتین کی تحریک آزادی یا تحریک نسواں نے گزشتہ صدی میں عورت کو معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کے ساتھ ساتھ ہر میدان میں آزادی دلانے کی بھرپور کوشش کی (29)۔ مغرب میں مساوات مرد وزن کی وجہ سے شرح طلاق میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے جہاں پر نکاح ثانی نہ ہونے اور ذمہ داری کفالت نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ اخلاقی بے راہ روی، بے حیائی عصمت فروشی اور ہم جنس پرستی کا شکار ہو چکا ہے (30)، جس کی وجہ سے مغربی عائلی زندگی بے حد متاثر ہوئی ہے جو نہ صرف معاشرتی بگاڑ بلکہ ظلم اور زیادتی کا موجب بنتا ہے۔ مغربی معاشرہ میں عورت کے لیے ازدواجی بندھن ایک عام سماجی معاہدے (Social Contract) سے بڑھ کر زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور وضعی قوانین نے مطلقاً عورت کو اور اسی طرح بیوہ اور مطلقہ کو خود مختار اور آزاد بنایا ہے۔ اس غیر فطری وجوہات کی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب میں طلاق کی کثرت کی وجہ سے وہاں کا خاندانی نظام خرابی وتباہی سے دوچار ہے، وہاں کے عائلی قوانین میں اسقاط حمل کو قانونی طور پر جائز قرار دے دیا گیا۔ ۷۵ % واقعات زنا بالجبر کے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے مغربی معاشرہ میں غیر قانونی بچوں کی تعداد ۳۰ % تک پہنچ چکا ہے جو ایک بہت بڑا سانحہ اور المیہ ہے اسی طرح مطلقہ طلاق کے نتیجے میں اپنا اور بچوں کی کفالت اور خرچہ بھی پھر خود برداشت کرتی ہے (31)۔

مغربی معاشرہ میں خاندانی نظام شکست وریخت سے دوچار ہے، عورت بالعموم، بیوہ اور مطلقہ بالخصوص جسمانی، نفسیاتی اور جنسی تشدد کی شکار ہیں۔ عورت خواہ بیوی کی حیثیت سے ہو یا بیوہ اور مطلقہ کی حیثیت سے وہ نہ صرف گھریلو تشدد کی شکار ہیں بلکہ مساوات اور آزادی کے نام پر گھر سے باہر جانے کی وجہ سے وہ ایک طرف کماؤ عورت ''Earning Woman'' بن گئی ہے تو دوسری طرف وہ working place پر جنسی تشدد کی شکار ہیں جس کی وجہ سے وہ ذہنی انتشار، بے چینی اور ڈپریشن جیسے نفسیاتی امراض میں مبتلا ہیں جو بالآخر خودکشی کا باعث بن جاتا ہے (32)۔ مغربی عورت جس میں بیوہ اور مطلقہ سب شامل ہیں کی سماجی اور معاشی حالت کا جائزہ گارجین کی ۲۲ اگست ۲۰۰۷ والی تہلکہ خیز رپورٹ سے لیا جاسکتا ہے جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ جنسی تسکین کے لئے برطانیہ میں ہر سال چار ہزار (۴۰۰۰۰) عورتیں سیکس انڈسٹریز (Sex Industries) کے لئے درآمد کی جاتی ہیں جس میں ۸۴ % عورتیں بیرون ملک سے لائی جاتی ہے اور انسانی سمگلنگ برائے عصمت فروشی (Trafficking) کا یہ غیر قانونی خرید وفروخت کا کام مردوں کی جنسی خواہشات کی تسکین کے لئے سرانجام دیا جاتا ہے اور میں زیادہ خواتین وہ ہیں جو مغرب نے مساوات، آزادی اور مردوں سے شانہ بشانہ کام کرنے جیسے پرفریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر قدم رکھتی ہیں (33)۔ یہ حالات بتا رہے ہیں کہ عورت،

بیوہ اور مطلقہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور انکی کفالت کے اکیلے ذمہ دار ہے جو آئے روز گھریلو مسائل میں اضافے اور ذمہ داریوں سے نجات کا باعث بنتا جارہا ہیں۔ مغربی معاشرہ میں بوڑھے والدین کو اولڈ ایج ہاؤس (Old-age House) میں منتقل کئے جاتے ہیں۔اور برطانیہ کے قومی شماریاتی ادارے (Office ofNational Statistics) کے اعداد وشمار کے مطابق تنہا والدین (Single Parents) یعنی صرف ماں یا باپ کے ساتھ رہنے والے بچوں کی تعداد ۱۹۷۲ کی نسبت ۲۰۰۷ میں تین گنا ہو چکی ہے۔ جن میں ۹۰ % بچے ماؤں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہی حالت امریکہ کا بھی ہے([34])۔ یہ رپورٹس اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ مغربی معاشرہ میں عورت، بیوہ اور مطلقہ کی سماجی اور معاشرتی صورتحال بدترین اخلاقی گراوٹ اور شکست وریخت سے دوچار ہیں اور اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی معاشرہ میں ۲۰۰۷ کو بغیر شادی کے پیدا ہونے بچوں کی تعداد ۴۴ %تک تھا۔ جو لوگ شادی کرتے ہیں تو خاندان کی دیگر گوں حالات کی وجہ سے اور اموات کی وجہ سے عورت مطلقہ اور بیوہ بن جاتی ہیں اور اس میں تسلسل کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہیں۔ جس کی وجہ سے عورت بالعموم اور بیوہ اور مطلقہ بالخصوص ذہنی تناؤ، اور نفسیاتی امراض کی شکار ہو رہی ہیں جو معاشرتی بگاڑ، عدم استحکام اور امن کو نقصان پہنچانے کا سبب بن رہے ہیں۔ اس کے باوجود مغرب کا اسلام اور مسلمان عورت کے خلاف پروپیگنڈا نے مغربی معاشرہ کی عورت، بیوہ اور مطلقہ کو قبولیت اسلام کی طرف مائل کر دیا ہیں جس کی وجہ سے مغرب ششدر رہ گیا ہے۔ برطانوی اخبار ڈیلی میل کے ایک رپورٹ کے مطابق مغرب کی ۹۴% ملازمت پیشہ خواتین بشمول بیوہ اور مطلقہ کا کہنا ہے کہ وہ زوجیت، مادریت، اور ملازمت کی ذمہ داریاں پوری کرتے کرتے دم بخود ہیں اور اس سپر وومن (Super woman) کے رول سے نجات کے آرزومند ہیں([35])۔ انسانی حقوق کے سلسلے میں تیار کی جانی والی تحریری مسودات[vi] اور قوانین میں فکری اور عملی خلاء پائی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ امریکی سیاسی علوم کے ماہر "سموئی ہنٹنگٹن"، امریکی ماہر لسانیات، فلسفی اور مورخ "اورام نوام چومسکی" اور امریکی ڈرامہ نگار "رابرٹ ڈیوی" نے مغربی انسانی حقوق کے تصور کو مغرب کا دوہرا معیار قرار دیا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق کا جائزہ

اس کے برعکس دین اسلام سلامتی، اخوت، محبت بھائی چارے، عدل، انصاف اور مساوات کا درس دیتا ہے، ظلم اور بے انصافی سے منع کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ کے حسن کا انحصار انسان کو مختلف حیثیتوں سے عطاء کئے گئے حقوق اور فرائض اور اس سے عہدہ برآ ہونے پر موقوف ہیں۔ اسلام نے بیواؤں، یتیموں، مسکینوں، لاچاروں اور معاشرے کے کمزور طبقے کو ان کے حقوق دلانے پر اکسایا ہے۔ اسلام عورت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک، حسن معاشرت اور خوش معاملگی کی تلقین کرتا ہے([36])۔ اسلام نے اس کے فطری، جائز حقوق اور عزت کا جتنا خیال رکھا ہے دیگر مذاہب اس کے تصور سے ناآشنا ہیں([37])۔ اللہ تعالیٰ ازدواجی تعلق کے بارے فرماتے ہیں "ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مؤدة ورحمة"([38])۔ ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اس کے پاس سے سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ یعنی اس کے باوجود کہ دونوں کے بناوٹی فارمولا کی حقیقت ایک ہی ہے تاہم ایک دوسرے سے جسمانی، ذہنی و نفسی، جذبات اور داعیات میں مختلف ساخت رکھتے ہیں۔ اس حکیم ذات نے دونوں صنفوں میں ساخت کی اعتبار سے تفاوت کے باوجود یہ ایک دوسرے کے لئے اضطراب، الفت، محبت، اور مودت و رحمت کا باعث بنایا ہے تاکہ نسل انسانی کی بڑھوتری اور تہذیب و تمدن کی بقاء کا ضامن ہو۔ ارشاد ہے کہ "تم عورتوں کا لباس ہو اور وہ تمھارا لباس ہیں([39])"۔ اور گھر میں مرد کو قوام بھی اسلئے بنایا ہے کہ اس کے ذمے عورت کی مالی ذمہ داری پوری کرنی ہے([40])۔ لیکن اس قوامیت کے غلط استعمال سے منع بھی گیا

[vi] میگنا کارٹا ۱۲۱۵، پیٹیشن آف رائٹس ۱۶۲۸، بل آف رائٹس ۱۶۷۸، ڈیکلیریشن آف دی رائٹس آف مین اینڈ دی سیٹیز نز ۱۷۸۹ اوغیرہ

ہے اور تعلیم دی ہے "وعاشرو هن بالمعروف (41)" ترجمہ: اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کریں۔ دنیا کی اکثر اقوام نے عورت کی حق وراثت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا ہے جبکہ اسلام میں عورتوں کو ذوی الفروض کا درجہ دیا گیا ہے (42)۔ یہ بات قابل غور ہے کہ سعد بن ربیع جب غزوہ احد میں شہید ہو گئے تو عرب روایات کے مطابق سعد کے بھائیوں نے جائیداد پر قبضہ کر لیا تو شہید کی بیوہ نے نبی اکرم ؐ کو اس کی شکایت کی تو میراث کا حکم نازل ہوا (43)۔ جبکہ حضرت ابوہرہؓ رسول اللہؐ سے روایت ہے کہ "خيارکم خيارکم لنسائه" (44)، ترجمہ: "آپ میں بہتر وہ ہے جو اپنے عورتوں کیساتھ بہتر ہو"۔ اسی طرح عبداللہ ابن عمر نبی اکرمؐ سے بسند صحیح روایت کرتے ہے" إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلَ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ" (45) ترجمہ: "یقیناً دنیا سامان ہے اور دنیا کے سامان میں نیک اور عورت سے بہتر کوئی چیز نہیں"۔ اور بچیوں کے ساتھ پیار و محبت اور ان کی صحیح تربیت کو خوشنودی خداوندی قرار دیا گیا ہے۔ والدین کی رضامندی کو خوشنودی الٰہی قرار دیا ہے جبکہ ماں کے قدموں تلے جنت کی نوید سنائی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں طلاق کا رواج تھا اور طلاق دینے کی کوئی حد نہیں ہوتی تھی۔ طلاق کے ذریعے ظلم کو روا رکھتے اور عورت کو تنگ کرتے۔ اسلام نے مرد کو بیوی کو طلاق کا حق دیا ہے تاہم وہ دو طلاقوں کے بعد عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے۔ اگر اس کی نیت طلاق بائن کی ہو تو معروف کا معاملہ کرے اور علیحدہ ہو جائے۔ عدت کے بعد مطلقہ دوسری شادی کر سکتی ہے (46)۔ اسی طرح کسی مسلمان کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں ہے۔ رملہ بنت ابوسفیان جو ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے مشہور ہے نے اپنے والد ابوسفیانؓ کے انتقال کے تیسرے دن رنگ منگوا کر صف ماتم کو ختم کیا (47)۔ تاہم بیوہ اس سے مستثنیٰ ہے بیوہ کے شوہر فوت ہونے پر چار مہینہ اور دس دن (48) وہ سوگ میں رہتی ہے جس کو عدت (49) کہا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں نہ صرف طلاق کو مبغوض اور اس کے طریقہ کار کو مشکل بنا دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں طلاق کی شرح دیگر معاشروں کے نسبت بہت کم ہے۔ طلاق اور خلع پر رخصتی کے وقت ان سے معروف رویہ رکھنے کا حکم ہے ارشاد باری ہے "فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان "(50)" یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ اسے رکھو تو بھلے طریقے سے رکھو اور اگر اپ نے طلاق کا ارادہ کر لیا ہے تو بھی ان کو بھلے طریقے سے رخصت کرو اس لئے آگے جا کر فرماتے ہیں" (51)" یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ حتی المقدور طلاق سے گریز کیا جائے جبکہ ناگزیر حالات میں طلاق کی صورت میں اس کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی ترغیب ہے اور مطلقہ بن جانے کے بعد اس کو کسی قسم کا ضرر نہیں دیا جائے گا، اور نہ ان کو معاشرے میں برائی کیساتھ یاد کیا جائیگا۔ یہ بات بھی تسریح باحسان کے متقاضی ہے کہ اگر کوئی اس سے عقد ثانی کرنا چاہے تو سابقہ شوہر یا ان کے خاندان (ولی) والے اس میں روکاٹ ڈالنے سے روک دیا گیا ہے (52)۔ اسی طرح ایک روایت ہے کہ (ليس للولي مع الثيب امر) (53)۔ ایک اور حدیث ہے کہ "(الأيم أحق بنفسها من وليه) (54)" دونوں احادیث بیوہ اور ثیبہ کے عقد نکاح میں ولی کی اعتبار رضامندی کو ساقط کیا گیا ہے (55) کیونکہ بیوہ اور ثیبہ کی اجازت کے بغیر انعقاد نکاح ممکن نہیں۔ اس کے باوجود اولیاء اس بات کا سرے سے کوئی خیال نہیں رکھتے جو صراحتاً ظلم ہے۔ اسی طرح "ولی کے بغیر نکاح نہیں (56)" والی حدیث اور ایک اور حدیث جس میں بغیر ولی کی نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے (57)، سے عورت بھی غلط فائدہ نہیں اٹھائے گی۔ واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بریرہ نامی لونڈی کو خرید کر آزاد کیا، آزادی سے پہلے مغیث نامی ایک غلام سے انکی شادی ہوئی تھی، مغیث بریرہ سے بے پناہ محبت کرتا تھا تاہم بریرہ ان سے خوش نہیں تھی۔ شرعی قاعدہ کے مطابق لونڈی کو آزادی کے بعد اختیار ہے چاہے تو پہلے والے شوہر کے ساتھ رہے یا فسخ نکاح کریں۔ لٰہذا بریرہ نے اپنے حق کا استعمال کیا اور مغیث سے فسخ نکاح کیا۔ نبی اکرمؐ نے حضرت مغیثؓ کی استدعا پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت مغیثؓ کا سفارش لے کر گئے اور کہنے لگے کہ "لو راجعته، فإنه زوجكِ وابو ولدكِ" قالت : يا رسول الله، تأمرني؟ قال: "إنما أنا أشفع" قالت " لا حاجة لي فيه" (58) یعنی انہوں نے نبی مہربانؐ کی سفارش یہ کہتے ہوئے رد کیا کہ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح معقل بن یسارؓ کی بہن کو جب طلاق ہوئی اور تجدید نکاح میں معقل بن یسار

رکاوٹ بن رہے تھے تو اللہ تعالی نے انکو باز رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا"فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن"([59]) لہذا جب طرفین راضی ہو توان کو نکاح کا حق حاصل ہیں([60])۔

عورت کے معاشی مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت نے بچوں کی خاطر خاوند پر نان نفقہ ([61])(روٹی، کپڑا اور مکان) لازم کیا ہے۔ بیوہ یا مطلقہ بننے کے بعد انکی کفالت کی ذمہ داری باپ اور بھائی یا اگر بچہ جوان ہو، پر آجاتی ہے۔عدم تعاون کی صورت میں اس کی کفالت اسلامی حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے([62])۔ پھر آگے چل کر سابقہ خاوندوں سے حکم ہوتا ہے کہ طلاق کی صورت میں انکے ساتھ حسب استطاعت نیکی کی جائے جسکو "ومتعوهن ([63])" سے تعبیر کیا گیا ہے۔اور تجرد پسندی سے پسند نہیں کیا گیا۔ فرماتے ہیں "وأنكحوا الآيامي منكو والصالحين من عبادكم وإمائكم([64])"یعنی غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی نکاح کردو مفسرین نے" الأیامیٰ" میں کنورای، بیوہ اور مطلقہ سب کو شامل کیا ہیں([65])۔ یہ تعلیمات اسلامی معاشرہ کی اصلاح اور خاندانی زندگی کی بہتری کے لئے ہے تاکہ عورت حیاء، عزت اور وقار کے ساتھ زندگی بسر کر سکے اور محتاجی سے بچ سکے۔ عرب ممالک میں اسلامی انقلاب کے بعد ابھی تک بیوہ یا مطلقہ عورت کے لئے عقد ثانی کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ تاہم برصغیر پاک وہند یں میں بیوہ کیساتھ نکاح ثانی کو سماجی تصورات سے متاثر ہونے کی وجہ سے معیوب تصور کیا جاتا ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے شاہ اسماعیل شہید نے حقوق نسواں کی طرف خصوصی توجہ دی اور بہت سی غلط رسوم ورواج کے خلاف تحریک اصلاح برپا کیا۔ اور اپنی بیوہ پھوپھی کا دوبارہ نکاح کر کے سنت نبوی کو زندہ کیا۔اسی طرح بھوپال کے بادشاہ کی بیوی بیگم شاہجہان ([66]) نے "تہذیب نسواں" کتاب لکھ ڈالی جس میں انہوں نے نکاح بیوگان اور مطلقہ کی عقد ثانی پر بہت زور دیا([67])۔

خود نبی مہربانؐ نے بھی بیوہ گان اور مطلقہ کیساتھ شادیاں کر کے احسان اور نیکی کا عملی ثبوت دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر شادیاں بیواوں اور مطلقہ کے ساتھ کی، ان سے حسن سلوک اور ہمدردی سے پیش آئے اور امت کو بیواوں کے ساتھ خیر خواہی کا درس دیا۔ ارشاد نبوی ہے"عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلي الله عليه وسلم قال" الساعي علي الأرملة والمسكين كالمجاهدفي سبيل الله, أو كالذي يصوم النهار ويقوم الليل"([68])۔ یعنی بیوہ عورت اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا خدا کی رہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ نبی اکرمؐ مزید فرماتے ہیں کہ تین چیزوں میں تاخیر مت کرو، نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب وہ حاضر ہو جائے، غیر شادی شدہ عورت جب اس کے لئے مناسب رشتہ مل جائے([69])۔ایک اور روایت میں حضرت سراقہ بن مالکؓ نبی مہربانؐ سے نقل کرتے ہیں "کیا میں تمہیں عظیم صدقہ کے بارے میں آگاہ کر دوں؟ وہ خرچ کرنا ہے اپنی اس بیٹی پر جو تمہاری طرف واپس کر دی گئی ہو (یعنی اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو یا خاوند نے طلاق دے دی ہو) اور تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو([70])" جو کہ بیوہ اور مطلقہ بیٹی پر خرچ کرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات کی رو سے بیوہ اور مطلقہ کو معاشرہ میں وہ مقام ملا جس سے روشن خیالی اور آزادی کے نام پر ہمیشہ سے ان کو محروم رکھا گیا۔ اسلام نے حسن سلوک پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور بیوہ یا مطلقہ کیساتھ بدرجہ اولی احسان اور حسن سلوک کا حکم دیا ہے جس پر یہ نص قرآنی دال ہے "وعا شروهن بالمعروف" ([71])"۔اور نبی اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے (الخلق عيال الله فاحب الناس الى الله من احسن الى عياله)([72])۔ بیوہ اور مطلقہ جو محتاج ہوتے ہیں وہ سب سے زیادہ حسن سلوک کے حقدار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے ہمیشہ مظلومین، مقہورین ومسلوبین کی طرف داری کی ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہو گئیں تو آپ کے ساتھ یتیم بچے بھی تھے۔کافی کے عالم میں تھی کہ نبی اکرمؐ نے نکاح کا پیغام بھیجا، تو خیال کیا کہیں میرے بچے نبی اکرمؐ پر بوجھ نہ ہو عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ عیالدار ہوں یتیم بچے میرے ساتھ ہیں۔ تو نبی مہربانؐ نے فرمایا کہ تمھاری عیال اللہ اور اس کے رسول کی عیال ہے([73])۔

اس بحث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ لاچار اور کمزور طبقہ کی ضرورتوں کو پورا کروانے پر اجر وثواب ہے۔ انسانی نجات اور جنتوں کے حصول کے لیے ماں کی رضامندی کو ضروری قرار دیا اور مادی وسائل کی تکمیل کے لئے ہمیشہ سے بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی اور بہن میراث کا حقدار ٹھہرایا۔ زوجین کی مفارقت کی صورت میں بیوہ کے لئے سوگ کو عدت کی صورت میں تین دن سے زیادہ رکھا گیا ہے۔ اسی طرح اسلام میں تعدد ازواج کی اجازت بھی اس لئے دی گئی ہے کہ جنگوں میں مردوں کی جانیں زیادہ ضائع ہو جانے کی صورت میں رہبانیت کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے جو غیر فطری راستہ ہے۔ اللہ تعالی نے خواتین کو بہت رعایتیں دی ہیں اور ان کی دکھ درد کا لحاظ رکھا ہوا ہے۔ مطلقہ عورت کی عدت پوری ہونے تک وہ سابقہ شوہر کے گھر میں رہے گی، وہ ان کی راحت اور آرام کا خیال رکھے گا۔ حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل تک اس کا خرچہ برداشت کرے گا، بچے کی ولادت کے بعد رضاعت کی اجرت ادا کرے گا۔ خواتین بالعموم، بیوہ اور مطلقہ بالخصوص شریعت کے دائرے کسب معاش کر سکتی ہے۔ اسی طرح خواتین کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے مردوں کو بغیر اجازت کے انکے گھر کے اندر داخلہ سے منع کیا گیا۔ مسلمان مردوں کو حکم ہے کہ نگاہیں نیچے رکھیں۔ لہذا پردے کے ذریعے عورت کی عصمت وعفت کو محفوظ بنایا([74])۔

پاکستانی معاشرہ میں بیوہ اور مطلقہ کے ساتھ سماجی اور معاشی تعامل کا جائزہ

پاکستانی معاشرہ پر مذہبی روایات اور اقدار کا رنگ غالب ہے۔ ان اقدار اور روایات ہی کا اثر ہے کہ فکری اور نظری اعتبار سے ہمارے معاشرے میں عورت کو عزت و تکریم کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ تاہم ہندوانہ رسم ورواج اور مغربی تہذیبی اقدار وروایات کے در آنے سے ہمارا معاشرہ فکری اور عملی طور پر ان رسومات سے متاثر ہو چکا ہے۔ انہی اور دیگر بیرونی عوامل کی وجہ سے پاکستانی معاشرہ میں عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ کے حقوق کی ادائیگی میں افراط وتفریط کا شکار ہو چکا۔ پاکستانی معاشرہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت کے حقوق مختلف طریقوں سے پامال کئے جا رہے ہیں کہیں پر اس کے حقوق رسم سورہ کے شکار ہو جاتے ہیں، یا قرآن کے ساتھ شادی کے نام پر رہبانیت کی شکار ہو جاتے ہیں، غیرت کے نام پر قتل (Honor killing) کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے، تو کہیں پر میراث اور تعلیم سے محرومی کے نام پر انکے حقوق پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں۔ پاکستان کے صوبہ سندھ میں جائیداد کو گھر سے باہر نہ جانے کے لئے اور اسے مشترک رکھنے کے لئے بچیوں کی شادیاں قرآن سے کرائی جاتی ہے جو بہت بڑا ظلم ہے([75])۔ ظلم صرف یہ نہیں ہے کہ بچیوں کو جبری نکاح پر بھی مجبور کیا جائے بلکہ یہ بھی سراسر زیادتی اور ظلم ہے کہ بیوہ اور مطلقہ عورت کو منحوس سمجھ کر انکے جائز اور شرعی حقوق کو دبا دیا جائے اور دوبارہ شادی کے اجازت تک نہ دی جائے۔ مولانا نعیم صدیقی صاحب نے اس پر مغز گفتگو کی ہے وہ کہتے ہیں کہ "اگر کسی عورت کو انکے خاندان والے مساویانہ حقوق نہیں دے رہے ہیں اور وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کریں تو خاندان والے نہ صرف اسے نظرانداز کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ بات جھگڑنے اور تصادم تک چلی جاتی ہیں۔ اور یوں عورت اپنی گھر میں بے یار ومددگار رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک عورت سماجی اور معاشرتی طور اپنے شوہر کے موزوں نہ ہو تو اسکا ایک حل یہ ہے کہ باہمی مصالحت سے کام لے، اور اگر ایسا ناممکن ہو تو اس عورت کو طلاق دے دی جائے لیکن اس کے بہت سارے سماجی، نفسیاتی اور معاشی نقصانات بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کا دوسرا حل یہ ہو سکتا ہے کہ اگر انصاف کرنا اس کے لیے ممکن ہو تو دوسری شادی پر عمل کریں([76])۔ ہمارے سماج میں دیگر برائیوں کے علاوہ ایک برائی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ مطلقہ اور بیوہ کے ساتھ نکاح کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا، مطلقہ کے بارے میں بدکرداری کا گمان ہوتا ہے جس کی وجہ سے مطلقہ کی زندگی دکھ درد کا استعارہ بن جاتا ہے۔ عورت کو کمزور سمجھا جاتا ہے اور ان کے جائز حقوق کو مختلف حیلے بہانوں سے تلف کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عورت کو طلاق دینے کے بعد مطلقہ اپنی مہر کی حصولی کے لئے عدالتوں کی چکر کاٹتی ہیں۔ بسا اوقات یہ بات دشمنی اور قتل وغارت پر منتج ہوتا ہے۔ مطلقہ عورت کو مزید سماجی طور پر محصور کیا جاتا ہے جس کی نتیجے میں مطلقہ دوسری شادی نہیں کر سکتی ورنہ دشمنی کا دائرہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

جس کی وجہ سے معاشرہ بدامنی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں کہ "خاندانوں میں جائیداد کی تقسیم سے جو تباہ کن مسائل سے اور کشمکش کی فضا قائم ہوتی ہے اس کے اثرات بہت دور رس ہوتے ہیں۔ یہ مسائل قتل و مقاتلے، مقدمہ بازیاں اور گھرانوں کی تباہ کاریوں پر منتج ہوتے ہیں۔ ان مسائل کا بذریعہ مناکحت کے آسانی سے سد باب کیا جاسکتا ہے[77]۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے معاشی طور پر مستحکم عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ یا تو اپنے سماجی اور معاشی حقوق کے حصول کے لئے جرگہ کرواتی ہے یا عدالت میں کیس کرتی ہے تاہم معاشی طور پر کمزور عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ اس ڈر سے خاموش ہوتی ہے کہ اگر سسرال یا میکے والے ناراض ہو گئے تو کہاں جاوں گی۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ طلاق واقع ہونے کے بعد سسرالی خاندان مطلقہ کی کردار کشی کرتے ہیں اور معاشرہ اس مطلقہ عورت کے متعلق بد گمانی کا شکار ہو جاتا ہے اور یوں معاشرہ دوبارہ اس کو بحیثیت بیوی کے بہت مشکل سے قبول کرتا ہے۔ مطلقہ خواتین سسرالیوں کی ہر ظلم و ستم کو سہہ لیتے ہیں، ان کے گھر کو آباد کرتے ہیں، مرد حضرات جو بھی غلطی کریں وہ عورت کے سامنے جواب دہ نہیں ہے، تاہم عورت کو نا کردہ گناہوں کی سزا طلاق کی صورت میں ملتی ہے اور یوں عورت کی زندگی کو تاریک کر دی جاتی ہے۔ بیوہ عورت کو ہمارے معاشرے میں خیرات اور صدقات دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے پاس یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔ تاہم مطلقہ عورت جس کے پاس بچے بھی ہوتے ہیں کے ساتھ بیوگان اور یتیموں کے مقابلے میں تعاون کم ہوتا ہے۔ بیوہ عورت کے شادی میں کرنے میں ہمارا معاشرہ یتیموں کی کفالت سے ڈرتا ہے جب کے مطلقہ کی کردار پر شک ہوتا۔ اسی طرح مطلقہ عورت کا مردوں پر سے اعتماد اٹھ جانے سے بھی مطلقہ دوسری شادی سے کتراتی ہے اور یوں معاشرہ سماجی اور معاشی طور پر آہستہ آہستہ غیر مستحکم اور انتشار کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ کیونکہ ان بچوں کفالت اس بیوہ اور مطلقہ کے لئے ایک آزمائش کی شکل اختیار کرتا ہے، جس کی وجہ سے عورت نفسیاتی امراض کی شکار ہو جاتی ہے۔ اور بچوں کی صحت اور تعلیم متاثر ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً ایسے افراد معاشرتی اور معاشی طور پر کمزور واقع ہو کر معاشرے کے لئے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ کم سنی کی عمر میں شادی بھی بسا اوقات طلاق کا سبب بن جاتا ہے تاہم ایسے مطلقہ کے شادی کے اسباب جلد پیدا ہو جاتے ہیں۔

پختون معاشرے میں عورت پدری نظام کے تحت زندگی گزارتی ہے جہاں پر اس کے سماجی اور معاشی حقوق "رواج" کے نام پر تلف کئے جاتے ہیں جیسے "سورہ"، غگ (Ghag)، غیرت کے نام پر قتل (Honor Killing)، میراثہ (جہاں پر عورت کی جائیداد کو مردوں میں تقسیم کیا جاتا ہے) میراث اور مہر سے بسا اوقات مختلف حیلوں اور بہانوں سے محروم کی جاتی ہے جو اس کا قانونی اور شرعی حق ہے۔ اسی طرح قبائلی عورت اور خصوصاً بیوہ کو "شاملات" اور "ویش" جیسے رواج کے نام پر تقسیم جائیداد اور میراث سے محروم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ میکے والے عورت کی شادی بیاہ رچا کر اور جہیز کا انتظام کر کے، موصوفہ کو میراث سے محروم کرتے ہیں۔ جو کہ نہ ظلم اور زیادتی ہے بلکہ غیر شرعی اور غیر قانونی بھی ہے۔ بیوہ ہونے کی صورت میں بچے یتیم ہو جاتے ہیں جو عام طور پر بہترین شہری نہیں بن پاتے اور معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ وار ان ٹیرر کی وجہ سے ملاکنڈ ڈویژن میں بیواوں، یتیموں اور معذوروں کی تعداد میں کافی خاصہ اضافہ ہوا۔ جس کی وجہ سے مرد اور عورت بالعموم جبکہ بیوہ اور یتیم بالخصوص نفسیاتی، سماجی اور معاشی مسائل سے دوچار ہوئے۔ مختلف سرکاری اور نیم سرکاری تنظیمیں اس حوالے سے سیمینارز اور 8 مارچ کو عورت مارچ منعقد کرواتے ہیں جس میں عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ کے مسائل کی طرف پالیسی ساز افراد اور اداروں کی توجہ مبذول کرواتے ہیں[78]۔ گوں کہ بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق کے تحفظ واسطے پاکستان میں مختلف سرکاری مراکز، اور نیم سرکاری مراکز کام کر رہے ہیں، لیکن ہمیں مزید کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ اور انکے بچوں کو اسلامی اصولوں وضوابط کی روشنی میں قومی دھارے میں لائے جاسکیں جو معاً بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی بہتری اور مستحکم معاشرے کا ضامن ہوگا۔

خلاصہ (Conclusion)

انسانی حقوق بالعموم، جبکہ بیوہ اور مطلقہ کے سماجی اور معاشی حقوق بالخصوص ازمنہ قدیم سے افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ آزادی اور مساوات کے نعروں کے پیچھے کارفرما مردانہ ذہن نے عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ کو خاندانی ذمہ داریوں سے بری الذمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ سماجی اور معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی عورت کے وظائف میں شامل کر دیا گیا اور اسے سپر وومن کا رول سونپ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے عورت بشمول بیوہ اور مطلقہ ایک شئے ''Commodity'' سے بڑھ کر نہیں تھی لہذا کام کی جگہ پر وہ جنسی استحصال (Sexploitation) کی بھی شکار ہوئی۔ یہ بات یقیناً تکلیف دہ ہے کہ مغربی تہذیب میں عورت کا بشمول بیوہ اور مطلقہ سماجی اور معاشی اور جنسی استحصال ہو رہا ہیں اور اس کے حقوق کی پامالی ہو رہی ہیں تاہم اس مسئلے کا حل یہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ عورت کے ساتھ مغرب اور مشرق میں زیادتی ہو رہی ہیں۔ مسلمان اہل حل والعقد اور مفکرین کی ذمہ داری بنتی ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی صفات اور خدوخال پر تطہیر اور اصلاح معاشرہ کریں اور ایسی حکمت عملی ترتیب دیں جس کی بدولت ان عناصر کی سرکوبی ہو جو معاشرتی بگاڑ اور انتشار کا باعث بنتے ہو تاکہ معاشرہ عدل وانصاف اور معروف پر قائم ہو سکے۔ عصر حاضر میں جہاں خواتین کو بااختیار بنانے اور مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے کی سعی ہو رہی ہے۔ وہاں اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے خواتین کو جو متوازن اور فطری سماجی، تعلیمی، سیاسی، اقتصادی اور قانونی حقوق عطا کئے ہیں وہ قرآن اور احادیث میں موجود ہے۔ ایک بالغ عورت بغیر کسی کی اجازت کے جائیداد اور حق ملکیت رکھ سکتی ہے۔ حق شہادت، کفالت، تعلیم کا حصول، نکاح کرنا اور قانون سازی وہ حقوق ہیں جس کا تحفظ اسلام نے کیا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں مسلمان خواتین، بیوہ اور مطلقہ سماجی، معاشرتی، اور معاشی حقوق سے محروم ہیں۔ اور ہمارے مصنفین اور سکالرز اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی نہ کسی طریقے سے مغرب، مغربی مصنفین اور فلاسفرز کو شعوری یا غیر شعوری طور پر یہ باور کروائے کہ وہ مسلمان عورتوں کو مغربی طرز کے سماجی اور معاشی حقوق دلوا رہے ہیں، جو درحقیقت میں ہمارے معاشرے کی عکاسی نہیں کرتی۔ اس اعتبار سے ہمارا معاشرہ قول اور فعل کے تضاد کا شکار ہے جس کو رفع کرنے کی ضرورت ہے تاکہ خوشحال معاشرہ معرض وجود میں آجائے۔

حوالہ جات (Reference)

[1]۔ خالد سیف اللہ، رحمانی، جدید فقہی مسائل، ج۳، زمزم پبلشر کراچی 2010، ص 6

[2]۔ الحجرات: 13

[3]۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، القاہرۃ، رقم الحدیث 23536

[4]۔ عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ نکاح کے بغیر عابد کی عبادت نہیں ہوتی۔ دیکھئے: ماہنامہ محاسن اسلام، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، محرم ۱۴۲۹ھ، ص 36

[5]۔ ندوی، سید سلیمان، معارف، نمبر ا، ج۸، جولائی ۱۹۲۱، دار المصنفین اعظم گڑھ، ص 15

[6]۔ حاجرہ، پاکستانی عورت کے معاشی مسائل اور کردار۔۔۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں، ایم فل مقالہ، غ۔م، شعبہ علوم اسلامی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، 2011

[7]۔ معارف، ج 2، شمارہ 2، اگست 1917، ص 33

[8]۔ ثروت جمال اصمعی، عورت، مغرب اور اسلام، آئی پی ایس، اسلام آباد، 2018، ص 13

[9]۔ النحل: 58

[10]۔ ارتھ شاستر، کوتلیہ چانکیہ، مترجم: سلیم اختر، نگارشات لاہور، 2002، ص 197

[11]- الازہری، محمد ریاض خان وفیض محمد، عالمی مذاہب میں عورت کا مقام (تقابلی جائزہ)، بر جس ج،ا، شمارہ2، جولائی-دسمبر2014، ص30

[12]- ساجد الرحمان صدیقی، اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل، ادارہ معارف اسلامی کراچی، 1973، ص17، بحوالہ برجس، جولائی-دسمبر2014

[13]۔ایضاً

[14]۔مسعود، احمد، پردہ اور عورت، ادارہ مسعودیہ۔کراچی ۱۹۹۵/ ۱۴۱۵ھ، ص7

[15]۔ایضاً، ص8

[16]۔کاونٹ ٹالسٹائی، لیو، عورت، مرد کے تعلقات، (مترجمہ: کدار ناتھ خورشید) لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب لاہور، ص14- 19

[17]- معارف، ج2، شمارہ2، اگست1917، ص67

[18]۔برجس، ج،ا، شمارہ2، ص32- 33

[19]- ثریابتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، منشورات لاہور، ۲۰۰۰، ص67

[20]۔م۔یوسف خان، تقابل ادیان، بیت العلوم لاہور، سن اشاعت ندارد، ص68

[21]۔برجس، ج،ا، شمارہ2، ص34- 35

[22]- ارتھ شاستر، کوتلیہ چانکیہ، مترجم: سلیم اختر، نگارشات لاہور، 2002، ص197

[23]۔رسالۃ المنار میں "المرأۃ المسلمۃ" کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں عورت کی تاریخ، اسکی معاشرتی حیثیت اور حقوق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔بحوالہ معارف، نمبر5-6، ج7، سنہ1921، ص399

[24]- التکویر: 8-9

[25]۔جصاص، احکام القرآن، ج،ا، ص 106 اور202

[26]- معارف، نمبر5-6، ج7، سنہ1921، ص412- 413

[27]۔الصابونی، محمد علی، روائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج،اول، ط، نامعلوم، ص۱۲۱، دیکھئے الدرر المنثور للسیوطی، ج اول، ص173، اور تفسیر قرطبی، ج دوم، ص226

[28]۔البقرۃ: 178

[29]۔یہ کہ حقوق نسواں یا عورتوں کی آزادی کی اس تحریک کی وجہ سے ازدواجی اور عائلی زندگی کتنی متاثر ہوئی پر جداگانہ تحقیق اور ریسرچ ہو سکتا ہے۔دیکھئے: ماہنامہ فاران، ماہر القادری، دسمبر1950، اور مزید تفصیل دیکھئے: "حراسۃ الفضیلۃ" (تحفظ عصمت)

[30]۔ثریابتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، ص7- 8 اور28

[31]۔ایضاً، ص28- 30

[32]- http://nowfoundation.org/issues/violence/Oct2011SRVAWwebinar.html, and also see, Walby, S. & Allen, J. (2004) Domestic Violence, Sexual Assault and stalking: Finding from the British Crime survey. Home Office. London.

[33]- http://www.guardian.com.uk/uk/2011/jul/02/human-trafficking-laws-immigration-control, مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: ثروت جمال اصمعی، عورت، مغرب اور اسلام، ص32- 53

[34]- ثروت جمال اصمعی، عورت، مغرب اور اسلام، ص124- 125

[35]- http://www.dailymail.co.uk/news/articel-123003/Sick-Superwoman.html

[36]- صحیح بخاری جلد دوم میں ص869 پر ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا "كنا في الجاهلية لا نعد النساء شيئا فلما جاء الإسلام وذكرهن الله رأينا لهن بذالك حقا علينا...ألخ"

[37]۔زینو، محمد بن جمیل، توجیہات اسلامیہ، مترجم عبدالستا قاسم، مکتب تعاون برائے دعوت وارشاد، ام الحمام، السعودی، ۱۴۰۹ھ، ص240- 243

[38]- الروم: 21

[39]۔البقرہ: 187

[40]۔ عمری، جلال الدین، خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری 2010، ص 11

[41]۔النساء: 19

[42]۔ معارف، نمبر 6-5، ج 7، 1921، ص 416

[43]۔ابن عربی، احکام القرآن، ج ا، ص 138

[44]۔الطبری، آبو جعفر، تہذیب الآثار، باب خیارکم خیارکم لنسائه، ج 2، ص 167

[45]۔ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب افضل النساء، رقم الحدیث، 1855

[46]۔ عمری، جلال الدین، خاندانی نظام اور قرآنی تعلیمات، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری 2010، ص 16- 17

[47]۔ معارف، نمبر ا، ج ۸، جولائی 1921، ص 22- 23

[48]۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، کتاب الطلاق، 6، 324

[49]۔ آزاد حاملہ بیوہ کی مدت عدت حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے قول کے مطابق وضع حمل ہے جبکہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کے مطابق چار ماہ (أربعة أشهر وعشرا) اور وضع حمل میں جو طویل تر مدت ہو گی وہی عدت ہو گی۔ اسی طرح طلاق یافتہ عورت کے لئے ثلاثۃ قروء ہیں۔ جبکہ کی مدت عدت آزاد عورت کے بالمقابل نصف ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے احکام القرآن، ج دوم، ص 248- 252

[50]۔البقرۃ: 229

[51]۔البقرۃ: 231

[52]۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، ج دوم، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۱۹۹۹، ص 208- 209

[53]۔ سنن ابی داود، ابو داود، محقق بتعلیق البانی، باب فی الثیب، ج 2، ص 196

[54]۔ صحیح مسلم، باب استئذان الثیب فی النکاح، ج 4، ص 141

[55]۔ جصاص، ابو بکر، احکام القرآن، ج دوم، ص 214

[56]۔ابو داود، سنن ابی داود، حدیث 2085

[57]۔ایضا، حدیث 2083

[58]۔ معارف، نمبر 6-5، ج 7، 1921، ص 410

[59]۔ البقرۃ: 232

[60]۔ معارف، نمبر 6-5، ج 7، 1921، ص 412

[61]۔ایک قول کے مطابق بیوہ خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ تاہم وہ اپنے نان نفقہ کا خود ذمہ دار ہے اس لئے دوران عدت ان کے لئے دن کو باہر نکلنے کی اجازت ہے تاہم مطلقہ کے لئے دن کے وقت باہر جانے کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ مطلقہ کا نان و نفقہ طلاق دینے والے شوہر پر عائد ہوتا ہے اور بقول ابن عباس نان نفقہ والی آیت میراث کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ اسی طرح حدیث ہے کہ "لاوصية لوارث" دوسرے قول کے مطابق اگر بیوہ حاملہ ہو تو اس کا نان نفقہ مرحوم شوہر کے مال سے ہو گا-تاہم بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ سابقہ شوہر کو مطلقہ کے متعہ پر مجبور نہیں کیا جائیگا۔ احکام القرآن، ج دوم، ص 260- 264 اور 282- 285

[62]۔ ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، ص 261-260 مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے سید احمد عروج قادری کی کتاب، اسلام کے عائلی قوانین، ص 209، جس کو مرتب کیا ہے ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے اور اسلامی پبلشرز دہلی نے 2015 میں شائع کیا ہے۔

[63]۔ البقرہ: 236، متاع کی تفصیل میں فقہاء کا اختلاف ہے جو یہاں پر زیر بحث نہیں لایا گیا۔ فقہاء کی آراء کو فقہ کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[64]۔ النور: 32

[65]۔صلاح الدین یوسف، احسن البیان (اردو)، مترجم، مولانا محمد جونا گڑھی، دار السلام، 1429ھ، حاشیہ، 7، ص 803

66- بھوپال میں سکندر بیگم 1845ء میں مسند نشین ہوئی جس سے بھوپال کی بیگمات کی حکمرانی کا طویل سلسلہ چل پڑا جو کہ سلطان جہاں بیگم پر ۱۹۲۶ میں جا کر اس وقت ختم ہوا جب وہ خود اپنی مرضی سے دست بردار ہوئی اور اپنے بیٹے حمید اللہ کو جانشین نامزد کیا جو بھوپال کے آخری سربراہ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ سلطان جہاں بیگم 1930 میں وفات پائی۔ اردو دئرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ص 341

67- ثریا بتول، جدید تحریک نسواں اور اسلام، ص 401- 403

68- الترمذي, جامع الترمذي, باب السعي علي الأرملة واليتيم, ج4, ص346

69- الترمذی، جامع الترمذی، داراحیاء التراث العربی-بیروت، ج۱، ص320، رقم 171

70- الحاکم، ابو عبد اللہ، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، حدیث نمبر 7345

71- النساء:19

72- الطبراني، المعجم الأوسط، ج5، ص365

73- مسعود، احمد، پردہ اور عورت، ادارہ مسعودیہ۔ کراچی 1995/ 1415ھ، ص5

74- ایضاً، ص8- 14

75- ام عبد منیب، تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ، مشربہ علم وحکمت لاہور، ص22- 23

76- نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، الفیصل ناشران، لاہور، 2009، ص198- 205

77- نفس مصدر، ص210

78- https://www.academia.edu/38733083/Pashtun_Women_March, retrieved on 09/19/2019